OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:2, Issue: 2,July-Dec 2021
DOI:10.51665/al-duhaa.002.02.0112, PP: 193-212

تکملہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں مفتی محمد تقی عثمانی کی ترجیحی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Methodology & Style of Mufti Muhammad Taqi Usmani's Explanations In "Takmila Fathul Mulhim"

Published: 03-12-2021
Accepted: 25-10-2021
Received: 25-09-2021

Abdullah Khan
Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies, Hazara University, Mansehra
Email: abdullahkhan15382@gmail.com

Prof.Dr.Syed Azkia Hashimi
Chairman Department of Islamic and Religious Studies, Hazara University, Mansehra
Email: azkiahashimi@gmail.com

Abstract

Fathul Munhim is a great work in the area of Hadith Sciences and its Explanations which was initiated by a Renowned Scholar Allama Shabbir Ahmad Usmani. "Due to demise of the Author that was accomplished by a well-known scholar of this age. Mufti Muhammad Taqi Usmani, who is famous for his Contributions to Fiqh, Hadith, Islamic Banking & Finance, etc. his explanatory work in Hadith literature has been appreciated and acknowledged by great scholars. This article elaborates and analysis his different methods and styles in Hadith explanations regarding lexical and literal meaning of Hadith words, juristic opinions and arguments preferred opinions and arguments preferred opinions "Clarifications of ambiguities and his explanation of many modern & contemporary issues".

Keyword: *Taqi Usmani Hadith Explaination, Takmila Fathul Mulhim.*

تمہید:

مفتی محمد تقی عثمانی ایسے عالم دین ہیں جن کا شمار ان معاصر مشاہیر میں ہوتا ہے جنہیں ان کی علمی و ملی خدمات کی بنا پر زندگی ہی میں عالمگیر شہرت نصیب ہوئی۔ ان کی تصانیف میں " تکملہ فتح الملہم "ایک امتیازی یادگار ہے، ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ تین کتابیں ایسی ہیں جن کو تصنیف کرنے میں مجھے سخت محنت کرنی پڑی، ان تین کتابوں میں ایک " تکملہ فتح الملہم " بھی ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے صحیح مسلم کی عربی شرح فتح الملہم کے نام سے شروع کی تھی وہ کتاب نکاح تک مکمل کر پائے تھے کہ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ صحیح مسلم کی یہ ایک شاہکار شرح تھی جس نے عرب اور ہند کے علماء سے بھی خراج تحسین

CC BY

حاصل کیا اسی شرح مسلم کی تکمیل کتاب الرضاع سے آخر کتاب تک مفتی تقی عثمانی نے اپنے والد مفتی محمد شفیعؒ کے ایماء پر تکملہ فتح الملہم کے نام سے تصنیف کی ہے۔[1]

اصل شرح تو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ہے جو کتاب نکاح تک ہے چھ جلدوں میں مکتبہ دار العلوم کراچی اور بیروت سے طبع ہوئی ہے، اس کے بعد مفتی تقی عثمانی نے اس کا تکملہ کیا ہے، جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ مفتی صاحب نے اس کتاب میں بڑی تفصیل سے احادیث صحیح مسلم کی خدمت فرمائی ہے جس زمانے میں مفتی صاحب نے اس کتاب کو مکمل فرمایا تھا اس وقت احادیث کے مجموعہ جات کے سافٹ ویئر موجود نہیں تھے۔ انہوں نے بڑی عرق ریزی سے صحیح مسلم اور اس کے ضمن میں دیگر احادیث کی تخریج فرمائی۔ اس سلسلے میں انہوں نے علامہ ابن حجر العسقلانیؒ کی فتح الباری سے بہت استفادہ کیا تھا اور اسی وجہ سے وہ اس شرح کے بارے میں رطب اللسان رہتے ہیں۔

اس شرح میں لغات کی بہترین تشریح، احادیث کی عمومی تشریح، فقہی مسائل، متعارض احادیث میں تطبیق، فقہ المذاہب حدیث پر وارد شدہ شبہات کے جوابات اور رجال واسناد سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔

زیر نظر مضمون میں ان تمام امور کے حوالے سے ان مقامات کا بھی اختصاصی مطالعہ کیا جائے گا جہاں " قال العبد الضعیف" یا ان جیسے الفاظ سے مفتی صاحب نے اپنی رائے ذکر فرمائی ہے۔ مفتی صاحب کی آراء کا تجزیہ مثالوں کے ذریعے کیا جائے گا۔

مفتی صاحب اپنی ذاتی رائے زیادہ تر "قال العبدالضعیف" کہہ کر ذکر فرماتے ہیں تاہم کبھی کبھار دیگر الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں جیسے: "فالذی یظهرلهذا العبد الضعیف، فالاظهر، والحاصل ، ولٰكن الأحسن عندی اورقلت"۔

زیر نظر مضمون میں ان کو بھی شامل مطالعہ کیا گیا ہے۔

اسلوب نمبر ا: "حدیث کے مختلف توجیہات میں ترجیح راجح"

مفتی صاحب سابقہ شارحین حدیث کی توجیہات ذکر کرکے ان میں کسی ایک کو راجح قرار دیتے ہیں۔

مثال: "بَابُ هَلَاكِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ" میں امام مسلمؒ نے حضرت ثوبان کی حدیث نقل فرمائی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ اللهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا،"[2]

اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کے مشرق و مغرب سمیٹ لئے اور میرے امتیوں کی حکومت اس جگہ تک پہنچے گی جہاں تک وہ میرے لئے سمیٹ دی گئی ہے۔

علامہ طیبیؒ نے علامہ خطابیؒ کے حوالے سے فرمایا ہے کہ بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا ہے کہ "مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا،" میں "مِن" تبعیض کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ کرہ ارض کا کچھ حصہ میرے لیے سمیٹا گیا۔[3]

علامہ طیبیؒ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مِن" ما قبل جملے کی تفصیل بتانے کے لئے آیا ہے یعنی پوری زمین میرے لئے یکبارگی سمیٹی گئی تو میں نے اس میں مشرق و مغرب دیکھے اور اب یہ تھوڑی تھوڑی زیر فتح آرہی ہے اور یوں میری امت کی حکومت تمام کرہ ارض تک وسیع ہو جائے گی۔[4]

ملا علی قاریؒ "مِن" تبعیضیہ کی معقولیت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ملک هذه الأمة" سے پورا کرہ ارض مراد ہے اور "منها" میں وہ حصہ مراد ہے جس پر مسلمانوں کی حکومت آجائے۔[5]

مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ علامہ خطابیؒ کی بات درست ہے کہ "مِن" تفصیل کے لیے ہے اور "مِن" تبعیض کے لئے لینے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ پوری دنیا پر اسلام اگرچہ غالب نہ آ سکا مگر یہ بات تو ممنوع نہیں کہ مستقبل میں پوری دنیا پر کہیں مسلمانوں کی حکومت قائم نہیں ہو گی۔[6]

بعض اوقات مفتی صاحب حدیث کی شرح کرتے ہوئے مختلف توجیہات شروح حدیث سے نقل فرماتے ہیں مگر وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ابھی کچھ تشنگی باقی رہتی ہے ایسی صورت میں اپنی طرف سے حدیث کی تشریح فرماتے ہیں اور عموماً وہ تشریح حدیث کے طلبہ کو قبول بھی ہوتی ہے۔

مثال: "باب كراهية تفاضل بعض الاولاد فى الهبة" میں نعمان بن بشیرؓ کی روایت ذکر کی ہے جس میں اولاد کو مساوی طور پر حصہ دینے کا ذکر ہے، علماء کا اولاد کو حصص دینے کی صورت میں ایک طائفہ کا مذہب اولاد کو حسب حکم میراث لڑکے کو لڑکی کی نسبت سے دگنا دینے کا قول اختیار کیا ہے، جب کہ دوسرے علماء کا مسلک زندگی میں اولاد کو حصہ برابری کی بنیاد پر یعنی نر و مادہ کی بناء پر تفریق کرکے دینا لازم ہے۔[7]

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ دلیل کی قوت کو دیکھا جائے تو جمہور کا مسلک برابری کرکے اولاد میں حصہ تقسیم کرنا راجح ہے مگر میرا میلان اس طرف ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب باپ اولاد کو بطور عطیہ کچھ دیں۔ جب اپنی مملوکہ چیزوں کو اپنی زندگی ہی میں تقسیم کرنا چاہے کہ اس کی موت کے بعد بعد کوئی نزاع نہ رہے۔ یہ اگرچہ فقہی اصطلاحات میں ہبہ ہے لیکن حقیقت و مقصود کے اعتبار سے تقسیم میراث ہے۔ اگر کوئی انسان اپنی اولاد میں " لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ " کے قاعدے کے مطابق (یعنی لڑکے کو لڑکی کا دگنا حصہ) تقسیم کریں، جو کہ امام احمدؒ و محمد بن حسنؒ کا قول ہے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ یہ اگرچہ فقہاء کے اقوال میں صراحت سے نہیں پایا جاتا لیکن فقہاء کے قواعد سے ہٹ کے نہیں۔[8]

اسلوب نمبر ۲: حدیث اور مذہب حنفی میں موافقت پیدا کرنے کی کوشش

مفتی صاحب کو حدیث کی طرح فقہ میں بھی مہارت تامہ حاصل ہے اسی وجہ سے فقہ الحدیث ان کا پسندیدہ میدان ہے، بعض اوقات حدیث فقہ حنفی پر منطبق نہیں ہوتی تو مفتی صاحب مذہب حنفی کی تنقیح کر لیتے ہیں، یوں حدیث نبوی اور مذہب حنفی میں موافقت حاصل ہو جاتی ہے۔

مثال: امام مسلمؒ نے "باب حكم بيع المصراة" میں ابوہریرہؓ کی روایت کی متعدد اسناد سے تخریج کی ہے، جس میں "بيع المصراة"[9] بیان ہوا ہے۔

مصراۃ وہ بکری جس کا دودھ کئی دنوں تک نہ دوہا جائے تاکہ اس کا تھن موٹا نظر آئے اور خریدار کو زیادہ کا دھوکا ہو۔

بائع اگر یہ حرکت کرے کہ اپنی بکری کا دودھ کئی دنوں تک نہ نکالے۔ اس کے تھن موٹے ہوگئے اور خریدار کو زیادہ دودھ دینے کی امید ہو کہ وہ یہ بکری خریدے۔ اب پہلے دن زیادہ بعد میں دودھ کم نکلتا رہے تو آپ ﷺ ایسے خریدار کے متعلق

ارشاد فرما رہے ہیں کہ اسے اختیار ہے چاہے تو وہ تین دن کے اندر اس کو واپس کر دے۔ البتہ تین دن کے دوران اس مشتری نے اس بکری کا جو دودھ نکال کر استعمال کیا ہے اس کے بدلے میں بائع کو ایک صاع کھجور بھی واپس کر دے۔

ائمہ ثلاثہ، امام ابو یوسفؒ ابن ابی لیلیٰؒ اور جمہور نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے مبیع کو لوٹانے کے قائل ہوئے تفصیل میں جمہور بھی اختلاف کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ نکالے گئے دودھ (چاہے کم ہو یا زیادہ) کے بدلے کھجور لوٹانے کے قائل ہیں۔ بعض مالکیہ غالب قوت بلد کے لوٹانے کے قائل ہیں۔ امام ابو یوسفؒ دودھ کی قیمت ادا کرنے کے قائل ہیں۔ جبکہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ "تصریۃ" عیب نہیں لہٰذا مبیعہ لوٹانا ضروری نہیں بلکہ مشتری اپنے نقصان کا بائع سے رجوع کرے۔ یہ دیکھا جائے گا کہ مارکیٹ میں اس بکری کی قیمت کیا ہے، مشتری نے اس کے بھرے ہوئے تھن دیکھ کر کیا قیمت لگائی تھی، ان دونوں قیمتوں کے درمیان جو فرق ہوگا وہ بائع مشتری کو ادا کرے گا۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے۔

خلاصہ اختلاف گویا اس حدیث میں دو مسئلے بیان ہوئے ہیں ایک مشتری کے لئے خیار دینا دوسرا واپس لوٹانے کی صورت میں ایک صاع تمر (کھجور) دینا۔

شوافع اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے خیار مشتری اور واپس لوٹانے کی صورت میں ایک صاع تمر (کھجور) دونوں کو اختیار کرتے ہیں۔

امام ابو یوسف اور امام مالک رحمہما اللہ مشتری کو مبیع واپس کرنے کا اختیار تو دیتے ہیں مگر مبیع کے ساتھ ایک صاع تمر دینے کو اختیار نہیں کرتے۔ البتہ امام مالکؒ ایک صاع تمر کی تعبیر غالب قوت بلد سے کرتے ہیں یعنی غالب قوت بلد کا ایک صاع لوٹانا ضروری ہے خواہ وہ تمر ہو یا کسی بھی جنس سے ہو۔ چونکہ اس وقت مدینہ میں غالب قوت بلد تمر تھی تو آپ ﷺ نے اسی کا حکم دیا۔ جس شہر میں جو قوت غالب ہوگی اسی کے لوٹانے کا حکم دیا جائے گا۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نکالا گیا دودھ مضمون (جس کا ضمان ادا کیا جاتا ہو) ہے لہٰذا اس کی قیمت لوٹانا ضروری ہے عموماً آپ ﷺ کے دور میں اس دودھ کی قیمت صاع تمر بنتی تھی تو آپ ﷺ نے اس کی ادائیگی کا حکم دیا۔

امام ابو حنیفہؒ نے اس حدیث کو اس لئے چھوڑا کہ یہ حدیث بہت سے اصول شرعیہ کے معارض تھی جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ[10]

اس سے معلوم ہوا کہ ضمان نقصان کے بقدر ہونا ضروری ہے یہاں نقصان و ضمان میں مساوات نہیں ہے جو کہ دیگر کئی مسلمہ اصول کے بھی خلاف ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے امام ابو یوسفؒ کی توجیہ کو اختیار کیا امام ابو یوسفؒ حدیث باب کی وجہ سے مبیع بائع کو لوٹانے کا اختیار دیتے ہیں لیکن نکالے گئے دودھ کے ضمان میں صاع تمر کی پابندی ضروری قرار نہیں دیتے بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ نکالے گئے دودھ کی قیمت بائع کو ادا کردے۔ اور حدیث باب میں صاع تمر کو تمثیل یا مصالحت پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ یعنی اب ٹھیک طرح سے پتہ لگانا مشکل ہے کہ مشتری نے کتنا دودھ استعمال کیا تھا اس لئے بائع سے کہہ دیا کہ تم ایک صاع تمر لے لو تاکہ تمہارا حق ادا ہو جائے، اور پھر ایک دوسرے کے حق کو معاف کر دو، حدیث کی مراد یہ نہیں کہ دودھ آدھا سیر ہو یا دس سیر ہر حال

میں صاع تمر واجب ہو، کہ یہ بات ہدایت کے خلاف ہے، لہٰذا صاع تمر کا ضمان شرعاً اور ابداً نہیں بلکہ مصالحت کے طور پر ہے۔

اسلوب نمبر ۳: احناف کے مفتی بہ قول کی تعین

مفتی صاحب احناف کا مفتی بہ قول ذکر کرتے ہیں۔

امام مسلمؒ نے باب الوقف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کی تخریج کی ہے، اس روایت میں عمرؓ کے وقف کرنے کا بیان ہے۔

حدیث الباب کے متعلق حقیقت وقف میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ وقف کے ذریعے شئی موقوف واقف کی ملکیت سے خارج ہو کر اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں آجاتی ہے، لہٰذا اس کی بیع ہبہ اور وراثت جائز نہیں۔ یہ جمہور فقہاء یعنی ائمہ ثلاثہ اور صاحبینؒ کا مسلک ہے کہ وقف کے بعد واقف کے لئے واپس لینا جائز ہے نہ ہی ہبہ کرنا۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وقف مؤبد نہیں، اور وقف کرنے سے شئی موقوف واقف کی ملکیت سے نہیں نکلتی، بلکہ حسب سابق واقف ہی کی ملکیت میں رہتی ہے تو واقف کے لئے ہبہ اور رجوع جائز ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب "قال العبد الضعیف" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ "احناف کے مفتی بہ قول کے موافق وقوف موقوف علیہم کی ملکیت میں منتقل نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہوتا ہے، موقوف علیہم اس سے نفع لے سکتے ہیں اور وقف موجودہ دور کے یعنی عصری قانون میں شخصی قانون کی طرح ہو کر خرید وفروخت، ملکیت اور قرض اور استقراض اس کے واسطے کر سکتا ہے اس لیے فقہاء نے وضاحت کی ہے کہ متولی وقف کی آمدنی سے جو خریداری کریں وہ وقف میں شامل نہیں ہوتی، بلکہ وہ وقف کی ملکیت ہو جائے گی۔[11]

اسلوب نمبر ۴: مذاہب فقیہ بیان کرنے کے لیے مفتی صاحب متعلقہ مذاہب کی کتب کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔

حدیث کی تشریح کے ذیل میں مذاہب فقہیہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

امام مسلمؒ نے باب "من ترک مالاً فلورثتہ" کے ذیل میں ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے، جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی میت کے جنازے پر تشریف لے جاتے تو میت مدیون کے دین کی ادائیگی کے متعلق استفسار فرماتے کہ اس کا کوئی ترکہ ہے، جس سے دَین ادا ہو سکے، اگر ترکہ قرض کی کفایت کرتا تو آپ ﷺ نماز جنازہ پڑھاتے، ورنہ فرماتے کہ اپنے اس صاحب کی نماز جنازہ پڑھو۔ پس فتوحات کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "جو فوت ہو جائے اور اس پر دَین ہو تو اس دَین کی ادائیگی مجھ پر ہے جو ترکہ چھوڑ گیا تو وہ اس کے ورثہ کے لئے ہے"۔[12]

قرطبی نے اپنی تفسیر "احکام القرآن" میں اسی حدیث مذکور سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دَین میت کی ادائیگی زکوۃ سے جائز ہے، کیوں کہ یہ غارمین ہے اور رسول اللہ ﷺ فوت شدگان کے ادائے قرض کا التزام فرماتے تھے۔ یہ امام مالکؒ اور ابو ثورؒ کا قول ہے۔ جبکہ امام شافعیؒ کے دو اقوال میں ایک قول یہ بھی ہے۔[13]

جب کہ امام ابو حنیفہ و امام احمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ غارم میت ہے، جب کہ میت کو مالک بنا کر دینا ممکن نہیں، اگر دائن کو دیا جائے تو غریم ہے تو یہ غارم کی جگہ غریم کو ادا ہو جائے گا، لہٰذا یہ جائز نہیں۔

امام قرطبی کا استدلال تو اس حدیث سے ظاہر نہیں، کیوں کہ اس میں یہ بیان تو نہیں کہ فوت شدگان کا قرض رسول

اللہ ﷺ مال زکوۃ سے ادا فرماتے، بلکہ اس کے خلاف معلوم ہو رہا ہے۔ پس تصریح ہے کہ فتوحات کے بعد اداء قرض کو آپ نے اپنے ذمے لیا۔ اور حنفیہّ اور حنابلہ کے استدلال میں نظر ہے کہ آیت مصارف میں لام تملیک فقراء، مساکین اور عاملین کے ساتھ ہے۔ باقی مصارف کی تعبیر لفظ "فی" سے ہے، جو کہ تملیک کے لئے مفید نہیں۔ حضرت مفتی صاحب اس مسئلہ میں مذاہب فقہیہ بیان کرنے کے بعد اپنی توجیہ "ثم الذی یظهر لهذا العبد الضعیف" یوں بیان کرتے ہیں کہ جب وہ افراد خود اپنے نقد مال کی زکوۃ/اموال باطنہ کی زکوۃ ادا کرتے ہو۔ جب امام اموال ظاہرہ کی زکوۃ وصول کریں، پس وہ فقراء اور دوسرے مصارف کا وکیل ہے، تو امام کے قبض سے تملیک ثابت ہو گئی، پس کسی نئی تملیک کے بغیر بھی امام کے لئے مصارف کے مصالح میں اموال زکوۃ کا خرچ کرنا جائز ہے۔ اسی بناء پر احناف کے ہاں بھی امام فوت شدگان کے قرض کی ادائیگی اموال زکوۃ سے کر سکتا ہے۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے یہ صراحت کہیں نہیں ملی، مگر معروف قواعد کا مقتضیٰ یہی ہے۔ بطور تائید کے شیخ رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کے فتاویٰ کے حوالے دیئے ہیں۔[14]

بعض مشکل احادیث کی توجیہ میں شیخ صاحب مختلف مذاہب کے علم بردار فقہاء کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں اور پھر " قال العبد الضعیف " کہہ کر کسی ایک فقیہ کے قول کی تشریح اپنی طرف سے فرماتے ہیں، جس سے حدیث بھی حل ہو جاتی ہے اور اس فقیہ کے قول کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے۔

امام مسلم نے باب "لا وفاء لنذر فی معصیة الله" عنوان کے تحت حدیث کی تخریج کی ہے روایت کے آخر میں ارشاد ہے کہ "لا وفاء لنذر فی معصیة الله"[15] اس جملہ متعلق فقہاء کا مسلک ہے کہ جس کسی نے معصیت کی نذر مانی تو اس پر نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔ اب فقہاء میں اختلاف اس مسئلہ پر ہے کہ کیا معصیت کا نذر کرنے پر کوئی کفارہ بھی لازم آئے گا یا کہ نہیں؟ اس سلسلے میں تین اقوال ہیں:

1۔ مطلقاً کوئی کفارہ لازم نہیں، کہ کفارہ اس نذر میں واجب ہوتا ہے جو شرعاً منعقد ہو، نذر معصیت میں منعقد نہیں ہوتا ہے بلکہ طاعات میں منعقد ہوتا ہے۔ یہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ کا قول ہے، امام احمدؒ کی بھی ایک روایت ہے۔

2۔ مطلقاً کفارہ یمین لازم ہوگا۔ یہ امام احمدؒ کا مذہب ہے۔ یہ ابن مسعود، ابن عباس، جابر، عمران بن حصین، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم اور سفیان ثوریؒ کا مذہب بھی بیان کیا جاتا ہے۔

3۔ ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے، جس میں تفصیل ہے:

اگر نذر معصیت لعینہا ہو، جیسے قتل، شراب نوشی، بدکاری، چوری تو اس صورت میں نذر باطل ہے، نذر کرنے والے پر کچھ لازم نہیں۔ حدیث باب اس قسم کے نذر پر حمل ہے، اور انہیں احادیث کا محمل ہے، جن میں کفارہ کا ذکر نہیں۔

وہ نذور جو معصیت لغیرھا کے قبیل سے ہو جیسا کہ عید یا ایام تشریق کے دن روزہ کا نذر ماننا، تو ان جیسی مثالوں میں نذر درست اور منعقد ہے، لیکن اسی دن افطار کرکے قضا کریں، ورنہ کفارہ لازم ہوگا۔

حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی حدیث اسی قسم کے نذر پر محمول ہے۔

معصیت لعینہا میں نذر کا واقع نہ ہونے اور کفارہ لازم نہ ہونے کی وجہ فقہاء حنفیہّ کی کتابوں میں مذکور ہے، لیکن ابن ہمام نے فتح القدیر میں امام طحاویؒ کی عبارت ذکر کی ہے کہ "جب نذر کی نسبت کسی بھی معصیت کی طرف کی جائے جیسا کہ کوئی

نذر مانے کہ "میں فلاں کو قتل کروں گا" تو یہ یمین ہوگااور حانث ہونے کی صورت میں کفارہ لازم آئے گا"۔ابن عابدینؒ نے اسے بغیر کسی تعلیق و تبصرہ کے نقل کیاہے۔[16]

اسی مسئلے کو حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فقہاءِ احناف کے مشکل ترین مسائل میں شمار کیا ہے، جیسا کہ نذر کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انعقاد نذر کے لئے اس کے جنس سے طاعات کا ہونا ضروری ہے، کہ کسی نے اگرایسی نذر مانی جو معصیت ہو تو نذر کا پورا کرنا لازم ہے اور نہ ہی کفارہ دیناواجب ہے۔ شیخ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں طحاویؒ سے نقل کیا ہے کہ کسی کے قتل کرنے کا نذر ماننے سے حنث کی صورت میں کفارہ لازم ہے۔ میں (مولانا انور شاہ کشمیریؒ) متردد ہوں کہ یہ صرف طحاویؒ کامذہب ہے یاکہ ائمہ ثلاثہ کاممکن ہے کہ یہ صرف ابو جعفر طحاویؒ کامذہب ہو۔[17]

مفتی تقی عثمانی صاحب" قال العبد الضعیف" سے اپنی توجیہ پیش کرتے ہیں کہ میں نے امام طحاویؒ کی کتب میں ابن الہمام کی نقل کردہ عبارت کو تلاش کیا مگر یہ عبارت مجھے نہ مل سکی۔ جو بات میری سمجھ میں آئی ہے وہ یہ کہ امام طحاویؒ کا مطلب اس نذر کے متعلق نہیں، جس سے نذر کا ارادہ کیا ہو، بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کہے: "اللہ کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں فلاں کو قتل کروں اور یمین کی نیت کرے نذر کی نیت نہ کرے" پس اس صورت میں اس کا قول بطور یمین منعقد ہو کر حنث و کفارہ لازم آئے گا۔ نذر مراد ہونے کی صورت میں ان (امام طحاوی) کے ہاں بھی منعقد نہ ہوگا نہ ہی اس پر کچھ لازم آئے گا۔

مفتی صاحب لکھتےہی: اس کی وضاحت شمس الائمہ سرخسیؒ کی عبارت سے بھی ہوتی ہے ملاحظہ ہو:

طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ اگر نذر کی معصیت کی طرف نسبت کی اور یمین کا قصد کیا بایں طور کہا: "اللہ تعالیٰ کے لیے مجھ پر لازم ہے کہ میں فلاں کو قتل کروں" یہ یمین ہوگا، حانث ہونے پر کفارہ لازم آئے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے: "نذر یمین ہے اور اس کا کفارہ کفارہ یمین ہے"۔

اسی پر تفریع کرتے ہوئے علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں: "جس نے کسی غیر کی بکری کے ہدیہ کرنے کی نذر مانی پس عدم ملکیت کی وجہ سے نذر باطل ہے لیکن یمین مراد لینے کی صورت میں یمین منعقد ہو جائے گا۔[18]

اسلوب نمبر۵: بعض اوقات مذہب حنفی کے علاوہ دوسرے مسالک کو ترجیح دینا

کبھی کبھار مفتی صاحب یہ محسوس کر لیتے ہیں کہ مذہب حنفی حدیث کے موافق نہیں ہے اور مذہب حنفی کی تنقیح کے باوجود تعارض برقرار ہے ایسی صورت میں وہ مذہب غیر کی ترجیح کو قبول فرمالیتے ہیں، اس حوالے سے انہوں نے اپنے والد محترم کی ایک وصیت بھی ذکر کی ہے کہ "خود حنفی بنو، لیکن حدیث کو حنفی نہ بناؤ" یعنی حدیث کو بتکلف فقہ حنفی کے مطابق بنانے کی کوشش نہ کرو۔

مثال: "باب من اعترف علیٰ نفسه بالزنا" میں امام مسلمؒ نے عمران بن حصینؓ کی روایت کی تخریج کی ہے جس میں سبیعہ غامدیہ کے رجم کا واقعہ ذکر ہے۔[19]

اس روایت میں "ثم أمر بها فرجمت" سے امام نوویؒ نے مالکیہ و شوافع کے مذہب پر استدلال کیا ہے کہ امام کے لئے رجم کے وقت حاضر ہونا واجب نہیں ہے۔ اس میں امام ابو حنیفہؒ کا اختلاف ہے کی اگر ثبوت زناء گواہوں سے ہو تو رجم میں ابتدا گواہ

کریں گے۔اقرار سے رجم کے فیصلے کی صورت میں امام ابتداء کرے گا۔

محقق ابن ہمامؒ نے امام کی ابتداء کو واجب قرار دیا ہے۔[20]

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مذہب حنفی کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ روایات جن سے احناف نے استدلال کیا ہے وہ رجم میں امام کی ابتدا کرنے کے وجوب پر دلالت نہیں کرتی ہیں۔کیوں کہ حدیث مذکور دو چیزوں کا احتمال رکھتی ہے؛وجوب،استحباب۔اور یہ ظاہر ہے کہ شک سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

پھر ہر رجم کے وقت امام کی حاضری کو مشروط کردیا،تو امام کی مشغولیت ومصروفیت کی وجہ سے حدود معطل ہو جائیں گی۔

مفتی صاحب اپنی توجیہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تک ممکن ہو امام موجود رہے گا،ہر رجم کے وقت امام کا موجود ہونا مشکل ہو تو امام کی عدم موجودگی سے حدود کو معطل کرنا مناسب نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کا رجم کے وقت موجود ہونا ضروری نہیں۔

روایات میں تطبیق یوں ممکن ہے کہ غامدیہ کے رجم کے وقت آپ ﷺ کا موجود ہونا سنت مطلوبہ کی وجہ سے تھا اور ماعز کے رجم کے واقعہ میں موجود نہ ہونا بیان جواز کے لئے ہے۔ اسے آپ ﷺ کی خصوصیت بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس پر کوئی منقول دلیل نہیں پائی جاتی۔

اسلوب نمبر۶: مستشرقین وفرق باطلہ کی تردید

مستشرقین کی طرف سے حدیث رسول ﷺ پر جو مختلف اعتراضات کئے جاتے ہیں ان میں ایک اہم شبہ یہ ہے کہ اگر حدیث وحی ہے تو پھر احادیث میں باہمی تضاد کیوں ہے؟احادیث کو غیر معتبر قرار دینے کے لئے منکرین حدیث بھی مستشرقین کی اتباع میں ایسی روایات کو پیش کرتے ہیں جن میں بظاہر تضاد وتناقص نظر آرہا ہو۔

ان ہی روایات میں مستشرقین کتابت حدیث کے متعلق بظاہر متعارض روایات کو بطور مثال ذکر کرکے کہتے ہیں،کہ اگر احادیث وحی ہوتیں تو اس میں متعارض باتیں نہ ہوتیں،آپ ﷺ نے کتابت حدیث سے منع کیا تھا صحابہؓ نے احادیث لکھیں اور نہ ہی اس کی حفاظت کا کوئی انتظام کیا۔دوسری وتیسری صدی ہجری میں محدثین نے کوششیں کیں،ابتدائی دور کے تساہل کی وجہ سے احادیث کی بہت بڑی تعداد ضائع ہوگئی۔گویا مستشرقین کا دعویٰ ہے کے احادیث کا موجودہ ذخیرہ دوسری وتیسری صدی ہجری کی پیداوار ہے۔ مستشرق الفرڈ گیوم (Alfred Guillume) لکھتا ہے:

> "جب محمد ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا براہ راست تعلق جو قرآن وسنت کی صورت میں تھا ختم ہوا مسلمانوں کو اپنی ملت کی بقا وحفاظت کی فکر لاحق ہوئی دوسری طرف انہیں زندگی کے مختلف معاملات سے واسطہ پڑا تو قرآنی آیات کی تشریح کے لیے سنت کے قلعہ میں پناہ لی،سنت کی دریافت کے لیے وہ محمد ﷺ کے اقوال واعمال پر بحث کرنے لگے،لیکن حقیقت میں وہ محمد ﷺ کی طرف منسوب باتوں تک رسائی کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ان کے لئے بڑی مشکل و دقت یہ تھی کہ حقیقی ومنسوب اقوال میں تمیز کیا جاتا۔اس حقیقت کو وہ اقوال واضح کررہے ہیں،جن میں سنت کی کتابت کے جواز وعدم جواز کا تذکرہ ہے،انہیں روایات کی وجہ سے محدثین شکوک وشبہات کا شکار ہوئے اس کے نتیجہ میں احادیث کی بڑی تعداد ضائع ہوگئی۔ یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ حدیث کی بعض تالیفات اموی دور کے بعد مدون ہوئیں۔[21]

اسی بات کی تائید مشہور مستشرق میکڈونلڈ بھی کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ تدوین سنت کا کام دوسری اور تیسری صدی ہجری تک اس لیے مؤخر ہوا کہ بعض محدثین صرف زبانی حفظ پر اعتماد کرتے تھے اور انہوں نے سنت کی کتابت کو ترک کیا تھا۔ جو سنت کی کتابت کے قائل تھے ان کو بدعتی قرار دینا سنت کے ضائع ہونے کا سبب بنا۔

مذکورہ بالا مستشرقین نے جن روایات کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں ایک روایت جو ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے اسے امام مسلمؒ نے "کتاب الزہد والرقاق۔ باب التبثت فی الحدیث،وحکم کتابة العلم" میں ذکر کیا ہے۔[22]

ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے نہ لکھو جس نے مجھ سے قرآن کے سوا لکھا ہو وہ اسے مٹادے۔ مجھ سے حدیث بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے "[23]

مفتی صاحب زیر بحث روایت پر مذکورہ شبہات کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اسی حدیث کی طرح روایت زید بن ثابتؓ سے امام احمدؒ نے مسند میں بیان کی ہے (اگرچہ اس روایت کی سند ضعیف ہے)۔[24]

اسی وجہ سے ابتدائی دور میں صحابہؓ کتابت حدیث سے رک گئے۔ اس کا سبب خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب "تقیید العلم" میں یہ بیان کی ہے کہ ابتدائی دور میں کتابت حدیث کی ممانعت اس لیے تھی کہ کتاب اللہ کا اختلاط والتباس کسی غیر سے نہ ہو یا قرآن سے غفلت کا سبب نہ بنے اور اس وقت وحی قرآن اور سنت میں اچھی طرح سے امتیاز بھی صحابہؓ نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ اسلوب قرآن سے پوری طرح واقفیت حاصل نہ تھی۔

اور حفظ و یاد کو چھوڑ کر محض کتابت پر بھروسہ کرنے کی وجہ سے کتابت ممنوع قرار دی گئی تھی۔ مفتی صاحب خطیب بغدادی کا اقتباس نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: جس دور میں قرآن نازل ہو رہا تھا اور ابھی کتابی شکل میں مدون نہ تھا جو کہ اونٹ کے شانوں کی ہڈیوں، کھجور کی ٹہنیوں، باریک پتھر کے سل وغیرہ پر قرآن پاک لکھا جارہا تھا اگر احادیث بھی اس کے ساتھ لکھی جاتیں تو قرآن کا دوسری چیزوں سے التباس پیدا ہوتا اس لیے ابتدائی دور میں التباس کے اندیشہ سے کتابت حدیث کی ممانعت فرمائی تھی۔ جب التباس سے امن و حفاظت حاصل ہوئی تو پھر کتابت حدیث کی اجازت خود صحابہؓ کو دی گئی جیسے حضرت علیؓ، عبداللہ بن عمروؓ، ابوہریرہؓ، رافع بن خدیج اور ابوشاہ یمنی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ آپ ﷺ کے مبارک دور میں کئی احادیث کی کتابت کی گئی تھی جس کے متعدد مجموعے تیار ہوگئے تھے جس کی تفصیل کے لیے خطیب بغدادیؒ کی مذکورہ کتاب "تقیید العلم" اور کتابت حدیث، مفتی رفیع عثمانی صاحب ملاحظہ ہو۔[25]

حدیث پر مستشرقین یا منحرف فرق اسلامیہ کے شبہات واعتراضات کا شافی وکافی جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں وہ ایک کامیاب محدث نظر آتے ہیں۔

"باب الحقوا الفرائض بأهلها" میں عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ "جو ترکہ میت کے اصحاب فرائض سے بچ جائے وہ قریب تر نر کے لئے ہے"۔

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ روافض نے عصبہ کے حق میراث سے انکار کیا ہے۔ پس ان کے ہاں استحقاق میراث فرض یا قرابت سے ہے جب کہ اس قرابت میں نر و مادہ میں کوئی فرق نہیں۔ گویا کہ مفتی صاحب نے شرائع الاسلام حلی کے حوالہ

سے لکھا ہے کہ روافض عصبہ کے استحقاق میراث کے منکر ہیں اور حدیث باب ان کے خلاف حجت ہے، کہ اصحاب الفرائض کے باقی رہنے میں ذکورۃ (نر ہونا) شرط ہے۔

مفتی تقی صاحب "قال العبد الضعیف" کے عنوان سے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شیعہ کے ہاں ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن سے تعصیب ثابت ہوتی ہے اور اسے تقیہ کے بغیر چھٹکارا نہیں۔

بطور مثال حضرت نے حر عاملی کی کتاب "وسائل الشیعہ" سے دو مثالیں؛ 1۔ابوالعباس البقباق اور 2۔ محمد بن عمر کی روایات بیان کی ہیں۔[26]

باب انشقاق القمر کی روایات پر بحث کرتے ہوئے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے ملاحدہ کے اعتراض "اگر انشقاق قمر واقعہ ہوا تھا تو تواتر سے منقول ہوتا اور روئے زمین پر بسے ہوئے تمام انسان اس کے دیکھنے میں شریک ہوتے، مکہ کے ایک خاص طائفہ کے ساتھ یہ رؤیت خاص نہیں ہوتی" کا جواب دیتے ہوئے حضرت مفتی صاحب "قال العبد الضعیف" کے تحت فرماتے ہیں کہ معجزہ انشقاق جس دور میں ہوا تھا، اس زمانے میں آج کی طرح کتابیں لکھنے، واقعات و تواریخ کو اندراج کرنے کا رواج نہ تھا۔ مکہ کے مغربی سمت کے اکثر بڑے شہر علم اور تمدن سے کوسوں دور تھے، اور جزیرہ نما عرب سے مشرقی سمت میں واقع ممالک جیسے ہندوستان وغیرہ جزیرہ نما عرب سے دو یا تین گھنٹے پہلے تھے، پس ممکن ہے کہ انشقاق قمر کے وقت ان علاقوں میں رات آدھی ہو چکی ہو، جو کہ راحت اور نیند کا وقت تھا۔[27]

اس کے ساتھ بعض ہندی تاریخوں میں ہے کہ کچھ ہندوستانیوں نے انشقاق قمر کا مشاہدہ کیا تھا جیسا کہ ہندوستان کے مشہور تاریخی دستاویز میں مشہور کتاب "تاریخ فرشتہ" میں ہے کہ تیسری صدی ہجری کی ابتداء میں عرب مسلمانوں کی ایک جماعت جزیرہ سراندیپ کی طرف محو سفر تھی کہ ہوا کی وجہ سے ہندوستان کے جنوب مالیار کے شہر میں داخل ہوئی، جس کا حاکم سامری نام سے موسوم تھا، موصوف علم و دانش اور اچھے اخلاق سے متصف تھا پس اس نے ان کا استقبال کیا، دین و مذہب کے متعلق پوچھے گئے سوال کے جواب میں انہوں نے اپنا مذہب اسلام بتایا۔ آپ ﷺ کی رسالت اور آپ ﷺ کے جملہ معجزات کے تذکرہ میں جب انشقاق قمر کی بات آئی تو موصوف بڑا حیران ہوا اور اس نے اپنے پیش رؤوں کے ان رجسٹروں کو منگوایا جن میں اہم تاریخی واقعات درج تھے۔ اس میں شق قمر کا واقعہ بھی درج تھا۔

مفتی صاحب نے مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی کتاب "اظہار الحق" اور حافظ ابن کثیرؒ کی "البدایہ والنہایہ" کے حوالے بھی دیدیئے ہیں۔[28]

اسلوب نمبر ۷: مفتی صاحب کی ذاتی بصیرت پر مبنی توجیہات

مفتی صاحب بعض اوقات حدیث کی کوئی ایسی توجیہ ذکر فرماتے ہیں جو پہلے کسی محدث نے ذکر نہیں کی ہوتی ہے، یا کسی نئے پہلو کی نشاندہی کرتے ہیں۔

امام مسلم نے "باب میراث الکلالۃ" میں سفیان بن عیینہؒ کی سند سے جابر بن عبداللہؓ کی روایت ذکر کی ہے جس نے پوری حدیث کے واقعہ کے آخر میں یہ وضاحت ہے کہ سورۃ النساء کے آخر میں آیت میراث کلالہ میرے (جابرؓ) کے متعلق نازل ہوئی ہے، جبکہ ابن جریجؒ کی روایت میں سورۃ النساء کی ابتدائی آیات میں میراث کے نزول کو بیان کیا گیا ہے۔[29]

انہی روایات کی بناء پر حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نے ان دونوں روایات کے تعارض کو اپنے طور پر ختم کرنے کے سلسلے میں ابن جریجؒ کی روایت کو ترجیح دے کر ابن عیینہؒ کی روایت پر وہم کا اعتراض کرکے اسے مجروح قرار دیا ہے۔

نیز حضرت جابرؓ کی حالت کے موافق سورۃ النساء کی ابتدائی آیت قرار دینے کو امام بخاریؒ کے ترجمۃ (عنوان قائم) رکھنے سے بھی استدلال کیا ہے۔ روایت ابن عیینہؒ میں "و یستفتونک" کو ادراج قرار دیا ہے۔[30]

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب "فالظاهر عندی" کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ حضرت جابرؓ کے واقعہ میں سورۃ النساء کی آیت نمبر 76 "ویستفتونک" نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ ابن عیینہؒ کی حدیث میں ہے اسی کو امام ابو داؤدؒ نے حضرت جابرؓ کی روایت سے تخریج کی ہے۔[31]

صحیح مسلم میں آگے آنے والی روایت میں شعبہ کو ابن منکدر کے جواب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اسی سے سگی یا باپ شریک (علاتی) بہنوں کا حکم واضح ہو رہا ہے، جن روایات میں قصہ جابر کے متعلق سورۃ النساء کی ابتدائی آیت (نمبر 12) قرار دیا تو مفتی صاحب نے اس احتمال کو وہم قرار دیا یا اسے توسع پر محمول کیا۔[32]

اسلوب نمبر ۸: سند اور راویوں سے متعلق تحقیق

مفتی صاحب سند کے متعلق بھی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

مفتی صاحب کا ایک اہم اسلوب سند کے متعلق "قال العبد الضعیف" کے عنوان سے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

مثال نمبر: 1 امام مسلمؒ نے "باب من اعترف علیٰ نفسه بالزنا" میں محمد بن العلاء ہمدانی سے وہ یحییٰ بن یعلی بن حارث محاربی وہ غیلان یعنی ابن جامع محاربی وہ علقمہ بن مرثد وہ سلیمان بن بریدہ وہ اپنے باپ بریدہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اس روایت کے آخر میں ہے کہ جب غامدیہ نے اعتراف زنا کیا تو وضع حمل تک اسے مہلت دی گئی۔ وضع حمل کے بعد جب وہ آئی تو چھوٹے بچے کی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: "کہ اب ہم اسے کیسے سنگسار کریں کہ اس کا چھوٹا سا بچہ ہے اس کی رضاعت کون کرے گا" تو انصار کے ایک شخص نے اس کی رضاعت کا ذمہ لیا۔ پس اسے سنگسار کیا گیا۔[33]

جب کہ اگلی روایت میں ہے کہ وہ عورت کپڑے کے ایک ٹکڑے میں بچہ لے کر آئی اور کہنے لگی کہ یہ میرا بچہ ہے تو اس سے فرمایا کہ "اسے دودھ چھڑانے کی مدت تک دودھ پلاتی رہیں دودھ چھڑانے کے بعد وہ بچے کو ساتھ لے کر آئی، بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا کہنے لگی: اللہ کے پیغمبر ﷺ! آ سے دودھ چھڑا دیا ہے اور یہ کھانا کھانے لگا ہے تو بچے کو ایک عورت کے حوالے کرنے کے بعد اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا۔[34]

امام نوویؒ دوسری روایت (جسے بشیر بن مہاجر نے روایت کیا) کو صریح قرار دے کر اس میں تاویل کے امکان کو رد فرمایا اور پہلی روایت (جسے علقمہ بن مرثد نے روایت کیا) میں تاویل کرکے رضاعت کو کفالت کے معنی میں لیا۔[35]

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے دوسری روایت میں کئی اوہام ہونے کا بیان فرمایا کہ جیسے بشیر بن مہاجر کی روایت میں ہے کہ ماعز اسلمی کے لئے گڑھا کھودا گیا تو گڑھا کھودنے والی بات کو ابن قیم نے بشیر کا وہم قرار دیا ہے۔ دوسرا وہم یہ کہ اس کی روایت میں ماعز اسلمی کا اقرار اور رسول اللہ ﷺ کا لوٹانا متعدد مجالس کو بیان کر رہا ہے، جب کہ دوسری تمام روایات میں ایک ہی مجلس کا ذکر ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے انہیں منکر الحدیث شمار کیا ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس (بشیر بن مہاجر) کی روایات لکھی جاتی ہیں، لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے۔[36]

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اپنی روایات میں خلط ملط کرتا ہے۔[37]

ابن معینؒ اور امام نسائیؒ نے اس کی روایت کو قابل حجت قرار دیا ہے۔

پس ایسے راوی کی روایت میں وہم کا ہونا اور ثقات کی مخالفت کچھ بعید نہیں۔[38]

مثال نمبر: 2 اہل ذمہ کے احصان اور رجم کے ذیل میں مفتی صاحب نے مختلف فقہاء کے مذاہب ذکر کرنے کے بعد احناف کے دلائل ذکر کرتے ہوئے تین روایات لائے جن میں آخری روایت سنن دارقطنی کی ہے جو کہ ابو بکر بن عبداللہ بن ابی مریم نے علی بن ابی طلحہ سے وہ کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ "اس نے یہودیہ یا نصرانیہ سے نکاح کرنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اور کہا کہ یہ تجھے محصن نہیں بنا سکتا" اس روایت پر ابو بکر بن عبداللہ بن ابی مریم کی وجہ سے امام دارقطنی نے اعتراض کیا ہے کہ راوی مذکور ضعیف ہے۔

مفتی صاحب " قال العبد الضعیف " سے اپنی رائے بیان کرتے ہیں کہ یہ ابو بکر بن عبداللہ بن ابی مریم ہے۔ امام ابو داؤدؒ امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ ان کی روایت کی تخریج کر چکے ہیں، یہ بڑے تہجد گزار تھے۔ مفتی صاحب نے مختلف نقاد حدیث کے اقوال ذکر کرکے آخر میں ابن القطان کا راوی مذکور کو مجہول کہنے پر لکھتے ہیں کہ ابو بکر بن عبداللہ بن ابی مریم مجہول نہیں ہیں، کیوں کہ جس راوی سے دو محدث روایت کریں وہ مجہول نہیں رہتا، جب کہ ان سے تین (امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ) محدثین نے روایات نقل کی ہیں۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے۔ کسی نے جرح کے ساتھ اس کا معارضہ نہیں کیا ہے پس کم سے کم ان کی روایات متابعت (یعنی متابع بننے) کی صلاحیت تو رکھتی ہیں۔[39]

مفتی صاحب کبھی ایسی توجیہ بیان کرتے ہیں جس کے متعلق اظہار بھی کرتے ہیں کہ یہ توجیہ میری ہے کہیں اور مجھے نہیں ملی۔ چنانچہ ایسے مواقع پر مفتی صاحب "یخطر ببالی" کے الفاظ سے اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

مثال: امام مسلمؒ نے "باب من اعترف بنفسه بالزنا" میں ابوہریرہؓ اور زید بن خلاد جہنیؓ سے ایک تفصیلی روایت کی تخریج کی ہے، جس کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انیسؓ کو اس عورت (جس کے ساتھ عسیف نے بدکاری کے ارتکاب کا اقرار کیا تھا) کی طرف بھیجا، کہ اگر وہ عورت اعتراف زنا کرے تو اسے سنگسار کریں۔[40]

اس پر ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ شریعت نے بدکاری پر حتی الوسع پردہ ڈالنے کا حکم دیا ہے، ایسے امور میں ٹوہ لگانے سے منع کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے انیسؓ کو اس عورت کی طرف اعتراف زنا کرنے کے لئے کیوں بھیجا؟

اہل علم نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جب عسیف نے ایک متعین عورت کے ساتھ بدکاری کا اعتراف کیا تو یہ قذف کو متضمن ہے، اسے انکار کا حق حاصل ہے اس پر قذف لگانے والے پر حد کا مطالبہ کیا جائے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت انیسؓ کو اس (عورت) کے حق کے لئے بھیجا تھا۔[41]

مفتی صاحب اس جواب پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر انیسؓ کو اس کے حق قذف کے لئے بھیجا ہوتا تو فرماتے کہ "اگر وہ انکار کرکے حد قذف طلب کریں تو اس قاذف پر کوڑے لگاؤ" لیکن بجائے اس طرح ہدایات دینے کے یوں فرمایا کہ "اگر وہ اقرار کرتی ہے تو اسے سنگسار کریں" اور یہ بھی ممکن نہیں کہ راوی مقصود کو چھوڑ کر غیر مقصود جملہ کو بیان

کریں۔

مفتی صاحب "یحظر بالی" کے عنوان سے اپنی رائے کو بیان کرتے ہیں کہ اگرچہ شریعت میں اصلاً زنا کے معاملہ کو پردہ میں رکھنا ہے، لیکن تمام جزئیات اور واقعات میں اس اصل کی اتباع نہیں کی جائے گی، بلکہ بعض حالتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہوں گی۔جب ستر پوشی ارتکاب معاصی پر اکسائے، قاضی سمجھے کہ واقعہ قبیحہ ہے۔اگر مرتکب بدکاری کو یوں اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو فتنے کا سبب بن کر دوسرے لوگوں کے لئے برائی پر جسارت کا ذریعہ بن جائے گا، پس ایسی صورت میں بدکاروں کی تفتیش کرنا شریعت کے مقاصد و مصالح کے خلاف نہ ہوگا۔

ممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ عورت نے شوہر کی موجودگی میں غلام کے ساتھ بدکاری کی تو شوہر کے گھر میں غلام کے ساتھ ایسی بے حیائی بہت قبیح جرم ہے، اگر اس میں کسی ایک کو چھوڑ دیا جائے تو بڑے فتنے کا ذریعہ بنے گا۔ تو آپ ﷺ نے چاہا کہ یہ معاملہ لوگوں پر واضح ہو کر دوسروں کے لئے سامان عبرت بن جائے، اسی لئے آپ ﷺ نے حضرت انیسؓ کو بھیجا[42]۔

اسلوب نمبر۹: دفع تعارض میں ترجیح کا طریقہ کار اختیار کرنا

مفتی صاحب بعض اوقات حدیث کی تشریح کے ضمن میں کسی ایک قول کو ضعیف جب کہ دوسرے کو قوی قرار دیتے ہیں، یوں تعارض ختم ہو جاتا ہے۔

مثال: "باب حدالزنا" میں عبادہ بن صامتؓ کی روایت میں "جلد مائۃ والرجم"[43] یعنی اس زانی پر سو کوڑے اور رجم ہے۔یہ روایت حسن بصری، اسحاق بن راہویہ، داؤد ظاہری اور ابن المنذر رحمہم اللہ کا متدل ہے۔کہ ثیب زانی ان دو سزاؤں کا مستحق ہے۔امام احمد بن حنبلؒ کا مختار مذہب بھی یہی ہے۔ جب کہ جمہور فقط رجم کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ماعز، غامدیہ، اور عسیف کے واقعہ میں رجم پر اکتفاء کیا تھا۔

امام نوویؒ نے حدیث باب سے جمہور کی طرف سے جواب دیا ہے کہ یہ روایت منسوخ ہے، کہ عبادہ کی روایت سورۃالنساء کے نزول کے بعد کی ہے۔جب کہ ماعز، غامدیہ اور عسیف کے واقعات بعد کی ہیں۔[44]

فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسی طرح کا جواب دیا ہے۔[45]

مفتی صاحب اس جواب کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عامر الشعبیؒ کی روایت جس کی تخریج امام بخاریؒ، امام نسائیؒ اور امام دار قطنیؒ نے کی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے شراحہ ہمدانیہ کو جمعرات کے دن سو کوڑوں کی سزا دی اور جمعہ کو اسے رجم کیا اور فرمایا: "کتاب اللہ سے سو کوڑوں کی سزا دی اور سنت رسول ﷺ سے رجم کیا"۔ اگر کوڑوں اور رجم کی سزا کو جمع کرنا منسوخ ہوتا تو حضرت علیؓ کبھی اس طرح نہ کرتے، اور نسخ کے عدم علم کا قول ان کی ذات سے بعید تر ہے۔

پس اس بندہ ضعیف (مفتی تقی عثمانی صاحب) کے ہاں صحیح تر توجیہ وہی ہے جسے امام شاہ ولی اللہؒ نے مؤطا کی شرح مسویٰ میں اختیار کیا ہے کہ امام کے لئے دونوں سزاؤں کا جمع کرنا جائز ہے، اور رجم پر اقتصار کرنا مستحب ہے۔[46]

اس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم نے زانی کے لئے سو کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے چاہے محصن ہو کہ نہ ہو، پھر محصن کے لیے سنت نے رجم کا اضافہ کیا اور کوڑوں کی سزا کو منسوخ نہیں کیا اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی جانی دو سزاؤں کا مستحق ہو تو ادنیٰ

سزا کو اعلیٰ میں مدغم کرنا جائز ہے۔اسی قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ماعز، غامدیہ اور عسیف رضی اللہ عنہم کے قصہ میں ایک سزا رجم پر اکتفاء کیا،اس لئے نہیں کہ یہ کوڑوں کے مستحق نہ تھے۔اور حضرت علیؓ نے شراحہ ہمدانیہ کے واقعہ میں اصل پر عمل کیا تو دونوں سزائیں جمع کیں،اس رائے کے پیش نظر جوان پر ظاہر ہوئی۔[47]

اسلوب نمبر ۱۰: غلط العوام کی تردید

" قال العبد الضعیف " سے مفتی صاحب بعض اوقات غلط العوام کی تردید فرماتے ہیں یعنی عوام میں کوئی بات غلط مشہور ہو تو مفتی صاحب نشاندہی فرماتے ہیں کہ یہ تصور غلط ہے اور اس کے لئے کوئی علمی بنیاد نہیں ہے۔

امام مسلمؒ نے "باب رجم الثیب "میں عمر فاروقؓ کی روایت جو منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر بطور خطبہ آپ نے بیان کی تھی۔[48] اس روایت سے بظاہر یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ کتاب اللہ میں آیت رجم بھی موجود تھی، عمومی طور پر اس سے یہ مطلب اخذ کیا جاتا ہے کہ اس سے یہ مشہور آیت "الشیخ والشیخة اذازنیافارجموهماالبتة نکالا من الله والله عزیز حکیم"قرآن ہے،اس کے بارے میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ یہ آیت پہلے قرآن میں موجود تھی، بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی،جب کہ حکم باقی رہا۔

حضرت مفتی صاحب غلط العوام کی نشاندہی کے طور پر " قال العبد الضعیف "کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ آیت رجم کی تلاوت منسوخ ہوئی ہے اور حکم باقی ہے، لیکن تحقیق کے بعد جو صحیح بات معلوم ہوئی ہے وہ یہ کہ یہ آیت کبھی بھی قرآن کریم کا حصہ نہیں رہی ہے، بلکہ حقیقتاً یہ توراۃ یا بنی اسرائیل کے کسی کتاب کی آیت تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس رجم کا حکم آیا تو تورات کی اس آیت کے حکم کو امت محمدیہ کے لئے بھی باقی رکھا گیا،اس کا حکم آپ ﷺ کی امت کے لئے بھی باقی ہے۔نزول کا اطلاق اس پر مجازاً توسعاً کیا گیا یہ مطلب نہیں کہ یہ آیت قرآنی کی طرح یہ بھی نازل ہوئی بلکہ نزول حکم سے مراد حکم کا باقی رکھنا ہے۔آیت توراۃ ہونے پر تفسیر ابن جریر میں مذکور جابر بن زید کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔[49]

اسلوب نمبر ۱۱: مشکل الحدیث کی توضیح میں مفتی صاحب کا طریقہ کار

مفتی صاحب بعض تکنیکی مشکلات کا ادراک کرکے اپنی ماہرانہ رائے سے مشکلات الحدیث میں فیصلہ کن توجیہ ذکر فرماتے ہیں۔ عام طور پر ایسی مشکلات آیات و احادیث کے مفہوم میں اختلاف، ناسخ و منسوخ کی تمیز،آیات قرآنیہ کے شان نزول یا احادیث کے پس منظر میں تردد پیدا ہونے کے وقت موجود ہوتی ہیں۔

مثال: "باب ذکر ابن صیاد"کے ذیل میں امام مسلمؒ نے محمد بن المنکدرؒ کی روایت نقل کی ہے کہ جابر بن عبداللہؓ حلف اٹھاتے رہے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ میں (محمد بن المنکدر) نے کہا کہ کیا آپ حلف اٹھا رہے ہیں؟انہوں نے فرمایا کہ عمرؓ کو حلف اٹھاتے ہوئے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور آپ ﷺ اس پر نکیر نہیں فرمائی۔[50]

اس روایت سے بعض علماء نے حضرت عمرؓ کے حلف پر رسول اللہ ﷺ کا نکیر نہ کرنے پر استدلال کیا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔اسی طرح کئی صحابہؓ سے جزماً منقول ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔امام ابو داؤدؒ نے سند صحیح سے نقل کیا ہے کہ ابن عمرؓ کہا کرتے تھے : بخدا مسیح دجال کے ابن صیاد ہونے پر میں نے شک نہیں کیا۔[51]

اسی طرح امام ابو داؤدؒ نے "باب فی خبر الجساسة" میں ابو مسلمۃ بن عبد الرحمٰن کی روایت کی تخریج کی ہے جس میں یہ ہے کہ " جابرؓ نے گواہی دی کہ وہ وہی ابن صیاد ہے" میں نے کہا کہ وہ تو مر گیا انہوں نے کہا اگرچہ مرا ہو۔ میں نے کہا کہ اس نے تو اسلام لایا تھا انہوں نے کہا کہ اگرچہ اسلام لایا ہو۔ میں نے کہا وہ تو مدینہ داخل ہوا تھا، انہوں نے کہا کہ اگرچہ مدینہ داخل ہوا ہو۔[52]

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں ابوذر غفاریؓ کی روایت نقل کی ہے کہ "میں دس بار حلف اٹھاؤں کہ ابن صیاد ہی دجال ہے یہ مجھے بہتر ہے اسے کہ میں ایک بار حلف اٹھاؤں کہ وہ دجال نہیں ہے"۔[53]

ان صحابہ کی مراد یہ ہے کہ ابن صیاد وہی معہود دجال ہے، جو کہ قرب قیامت میں نکل آئے گا۔ جبکہ دوسرے علماء کہتے ہیں کہ ابن صیاد معہود مسیح دجال نہیں، جیسا کہ علامہ خطابیؒ نے ذکر کیا ہے کہ ابن صیاد کے بارے روایت کیا گیا ہے کہ اس نے اس قول سے توبہ کیا تھا۔ مدینہ میں فوت ہوا جب اس کی نماز جنازہ پڑھنے لگے تو اس کے چہرے سے پردہ ہٹا دیا گیا، سب لوگوں نے اسے دیکھ لیا۔[54]

مفتی صاحب اپنی ماہرانہ رائے سے توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "حدیث باب روایت عمرؓ میں اس بات کی صراحت نہیں کہ عمرؓ نے اس ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر قسم اٹھائی ہو، بلکہ انہوں نے اس کے ان جملہ دجاجلہ میں ہونے پر حلف اٹھایا ہو، جس کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی۔ ہو سکتا ہے اس سے جابرؓ نے دجال معہود پر حلف سمجھ لیا ہو، پس انہوں نے اپنی سمجھ پر حلف اٹھایا ہو۔ اس لیے کہ اس کے دجال معہود ہونے پر نصوص بالجزم ایسی کوئی بات نہیں ہے۔[55]

اسلوب نمبر ۱۲: مفردات کے ضبط و تشریح میں مفتی صاحب کا طریقہ کار

مفتی صاحب انتہائی آسان الفاظ میں مشکل الفاظ حدیث کی توضیح فرماتے ہیں اور ان کا ضبط بھی بتاتے ہیں کبھی کبھار عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان مثلاً انگریزی یا اردو وغیرہ سے لفظ کی اجنبیت کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض اوقات مفتی صاحب کسی مفرد کی وضاحت کے لیے اس کا معنی دوسری زبانوں میں (مثلاً، اردو، فارسی، انگریزی) ترجمہ کرکے کرتے ہیں۔ جیسا کہ " بَابُ فَضْلِ الْكَمْأَةِ، وَمُدَاوَاةِ الْعَيْنِ بِهَا" کے ذیل میں امام مسلمؒ نے سعید بن زیدؓ کی حدیث نقل ہے کہ "سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ" لفظ "الْكَمْأَةِ "کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ کاف کے فتح اور میم کے سکون کے ساتھ ہے۔ اور اس کی جمع "الْكَمْأ" آتی ہے جو کہ خلاف القیاس ہے۔ مزید اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ خود رو پودا ہے جس کا تنا اور پتے نہیں ہوتے اور اردو میں اس کو کھمبی کہتے ہیں، اور سانپ کی چھتری بھی کہا جاتا ہے۔[56]

دوسری مثال: "بَابُ التَّدَاوِي بِالْعُودِ الْهِنْدِيِّ وَهُوَ الْكُسْتُ" کے تحت ام قیس بنت محصن کی حدیث نقل کی ہے۔ جس میں عود ہندی کے بارے میں ذکر ہے۔ مفتی صاحب اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عود ہندی ایک وہ ہے جو خوشبو کے لیے استعمال ہوتی ہے اور اس کو اردو میں "اگر" کہا جاتا ہے۔ دوسری چیز جس کو قسط اظفار کہا جاتا ہے یہ بھی خوشبو کی اقسام میں سے ہے اور اردو میں اس کو "نخ" کہا جاتا ہے۔ تیسری چیز جو یہاں پر مراد بھی ہے جو ہندوستان میں اگتی ہے خاص کر کشمیر میں یہ سفید اور سیاہ دونوں رنگوں میں ہوتی ہے اردو میں اس کو "کوت اور کوتہ "دونوں کہا جاتا ہے اور فارسی

میں "کوشنہ" کہا جاتا ہے جبکہ انگریزی میں (Costas) کہا جاتا ہے۔[57]

خلاصہ

1۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے "تکملہ فتح الملہم" میں اپنی ذاتی آراء اور توجیہات کو "قال العبد الضعیف" سے بیان کی ہیں کچھ مقامات پر "فالذی یظهرلهذا العبد الضعیف، فالاظهر، والحاصل ولٰكن الأحسن عندی اور لفظ قلتُ" سے بھی ذکر کی ہے۔

2۔ ان توجیہات کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مفتی محمد تقی صاحب فقہ اسلامی پر ماہرانہ رائے رکھتے ہیں، اور کسی بھی فقہ کی روایت سے بظاہر تعارض نظر آئے تو مسئلہ کی خوب تنقیح کرکے تعارض کی بنیاد کو ختم کرتے ہیں۔

3۔ مفتی صاحب حنفی المسلك ہونے کے باوجود تشریح احادیث میں حنفی مسلک کی پیروی میں غلو سے کام نہیں لیتے۔

4۔ مفتی صاحب کسی بھی روایت کے فقہ الحدیث پر کلام کرتے وقت تمام فقہاء کی آراء کو امہات الکتب سے بیان کرتے ہیں۔

5۔ احادیث کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ جس سے دورجدید کے متجددین، منحرف فرق اسلامیہ اور مستشرقین کے پیدا کردہ شبہات ختم ہو جاتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

1۔ مفتی، محمد تقی عثمانی، یادیں، البلاغ ج:۵۶، شمارہ:۷، ص:۴۵
Muftī, Muḥammad Taqī Uthmānī, Yādain, Al-Balāgh, Vol:56, Issue:07, p:45

2۔ امام مسلم، مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری، التوفی(۲۶۱ھ) صحیح مسلم، مکتبۃ البشریٰ، کراچی طبع اول ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء، ج:۷، ص:۵۴۰
Imām Muslim, Muslim bin Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, (Maktabat Al-Bushrā, Karāchī, 1st Edition, 1430ah), Vol:07,P:540

3۔ الکاشف للطیبی، بحوالہ تکملہ فتح الملہم، ج:۶، ص:۱۴۳
Al-Kāshif le-al-Ṭybī, Baḥawālat Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:06,p:143

4۔ الخطابی، ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم، البستی الخطابی م(۳۸۸ھ)، معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، المطبعۃ العلمیۃ، طبع اول ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء، ج:۴، ص:۳۳۹
Al-Khaṭābī, Abū Sulymān Ḥamd bin Muḥammad, M'ālim al-Sunan Sharḥ Sunan Abī Dāūd, (Al-Maṭba'at al-'lmiyat, 1st Edition, 1351ah), Vol:04,p:339

5۔ ملا علی قاری، علی بن سلیمان محمد ابوالحسن نورالدین م(۱۰۱۴ھ)، مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، دار الفکر، بیروت، لبنان، طبع اول؛۲۰۰۲ء، ج:۹، ص:۳۶۷۷

Mullā 'lī Qārī, 'lī bin Sulymān, Mirqāt al-Mafātīḥ Sharḥ Mishkāt al-Maṣābīḥ, (Dār al-Fikar Beriūt, 1st Edition, 2002ac), Vol:09,p:3677

6۔ مفتی تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء، ج: ۶، ص: ۱۴۳

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, (Maktabat Dār al-'ulūm, Karāchī, 1430ah), Vol:06,p:143

7۔ صحیح مسلم، ج: ۵، ص: ۱۶۹

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Vol:05,p:169

8۔ مفتی محمد تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم، ج: ۲، ص: ۴۸

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:02,p:48

9۔ صحیح مسلم، ج: ۵، ص: ۱۷

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Vol:05,p:17

10۔ سورۃالبقرۃ: ۲/ ۱۹۴

Al-Baqarat, Verse:194

11۔ حوالہ سابقہ، تکملہ فتح الملہم، ج: ۲، ص: ۷۷/الفتاویٰ الہندیۃ، لجنتہ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، دارالفکر، طبع دوم، ۱۳۱۰ھ، ج: ۲، ص: ۴۲۷

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:02,p:77 / Al-Fatāwā al-Hindiyat, Group of Islamic Scholars, (Dār al-Fikar Beriūt, 1310ah), Vol:02,p:427

12۔ حوالہ صحیح مسلم

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Vol:,p:

13۔ النووی، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف م(۶۷۶ھ) المجموع شرح تہذیب، دارالفکر، س-ن، ج: ۶، ص: ۲۱۱

Al-Nawwī, Abū Zakriyat Muḥay al-dīn bin Sharf, Al-Majmū' Sharḥ Tahdīb, (Dār al-Fikar Beriūt),Vol:02,p:211

14۔ فتاویٰ مظاہر العلوم، المعروف بفتاویٰ خلیلیہ، مولانا خلیل احمد سہارن پوری، مکتبہ الشیخ بہادر آباد، کراچی نمبر۵، س-ن، ج: ۱، ص: ۱۵۳-۱۵۴

Fatāū Maẓāhir al-'ulūm, Al-Ma'rūf be-Fatāwā Khalīliyat, Mowlānā Khalīl Aḥmad Sahārun pūrī, (Maktabat Al-Sheikh Bahādar Abād, Karāchī # 05), Vol:01,pp:153-154

15۔ امام مسلم، صحیح مسلم، ج: ۵، ص: ۲۰۵

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Vol:05,p:205

16۔ ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز، دمشقی، حنفی، (م۱۲۵۲ھ)، ردالمحتار علیٰ الدرالمختار، کتاب الایمان، دارالفکر، بیروت، طبع دوم ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء، ج: ۳، ص: ۷۳۶

Ibn-e-'ābdīn, Muḥammad Amīn bin 'umar, Rad al-Muḥtār 'lā al-Dur al-Mukhtār, Kitāb al-eīmān, (Dār al-Fikar al-Arabiyat,Beriūt, 2nd Edition, 1412ah), Vol:03,p:736

17۔ کشمیری، مولانا محمد انورشاہ بن معظم شاہ (م ۱۳۵۳ھ) العرف الشذی، شرح سنن ترمذی، تصحیح محمود شاکر، دارالتراث العربی، بیروت، لبنان، طبع اول ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء، ج: ۳، ص: ۱۷۵

Kashmīrī, Mowlānā Muḥammad Anwar Shāh, Al-'urf al-Shazī Sharḥ Sunan al-Tirmidhī, (Dār al-Turāth Al-'arabiyyat, Beriūt, 1st Edition, 1425ah), Vol:03,p:175

18۔ سرخسی، محمد بن احمد (م ۴۸۳ھ) المبسوط، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء، کتاب الایمان، ج: ۸، ص: ۱۳۹/ مفتی محمد تقی عثمانی، تکملہ، ج: ۲، ص: ۱۰۰

Sarakhsī, Muḥammad bin Aḥmad, Al-Mabsūṭ, (Dār al-Ma'rifat, Berūit, 1414ah),Kitāb al-Īmān, Vol:08,p:139 / Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat,Vol:02,p:100

19- صحیح مسلم، ج: ۵، ص: ۳۱۲

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Vol:05,p:312

20- فتح القدیر، ج: ۴، ص: ۱۲۴۔ بحوالہ تکملہ فتح الملہم، ج: ۲، ص: ۲۷۲

Fatḥ al-Qadīr, Vol:04,p:124 referred by Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:02,p:272

21- *(London 1963AD) Alfred Guillaume, "Islam" Page 89, (Dancan B. Macdonald, Muslim Theology, Jurisprudence and constitution theory page, 76 (Beivat Khayals, 1965AD))*

22- الخطیب البغدادی ، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت ، البغدادی (م ۴۶۳ھ) تقیید العلم، إحیاالسنۃ النبویۃ - بیروت ، ج: ۱، ص: ۵۷

Al-Khaṭīb al-Baghdādī, Abū Bakar Aḥmad bin 'lī, Taqyīd al-'lm, (Iḥyā, al-Sunnat al-Nabwiyat, Beriūt), Vol:01,p:57

23- مسلم کتاب الزہد و الرقاق ، باب التثبت فی الحدیث، وحکم کتابۃ العلم ص: ۷

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Zohud wa al-Riqāq, Bāb al-Tathbīt fī al-Ḥadīth wa Ḥukm kitābat al-'lm, p:07

24- ابو عبداللہ، احمد بن حنبل، الشیبانی (م ۲۴۱ ھ) مسندالامام احمد بن حنبل ، مؤسسۃ الرسالۃ طبع اول ۱۴۲۱ ھ، ج: ۳۵ ،ص: ۴۵۶

Abū 'bd Allāh, Aḥmad bin Ḥanbal, Musnad Imām Aḥmad bin Ḥanbal, (Mū,assiat al-Risālat, Beriūt, 1st Edition, 1421ah), Vol:35,p:456

25- مفتی محمد رفیع عثمانی کی کتاب ''کتابت حدیث عہد رسالت وعہد صحابہؓ ''میں جو کہ ادارہ المعارف کراچی سے جدید اضافوں کے ساتھ جون ۲۰۰۲ میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی)۔ اور ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب کی " (السنة قبل التدوين) ملاحظہ ہو

Muftī Taqī Uthmānī, Kitābat-e-Ḥadīth 'hd-e-Risālat wa 'hd Ṣaḥābat`/ Dr.Muḥammad 'jjāj al-Khaṭīb, Al-Sunat Qabl al-Tadwīn

26- حوالہ تکملہ، ج: ۲، ص: ۱۲

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:02,p:12

27- مزید تفصیل وحوالہ کے لئے دیکھئے تکملہ، ج: ۲، ص: ۷۴

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:02,p:74

28- محمد تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم، ج: ۶، ص: ۷۴

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:06,p:74

29- صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب میراث الکلالۃ، ج: ۵، ص: ۱۵۸

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim,Kitāb al-Farā,ḍ, Bāb Mīrāth al-Kalālat, Vol:05,p:17

30- ابن حجر احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ م (۸۵۲ھ) فتح الباری شرح صحیح البخاری، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ ترقیم، محمد فواد عبدالباقی تعلیقات شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الباز، ج: ۵، ص: ۱۵۸

Ibn-e-Ḥajar Aḥmad bin 'lī, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, (Dār al-Ma'rifat, Beriūt, 1379ah), Vol:05,p:158

31- ابو داؤد، سنن ابی داؤد، محقق محمد محی الدین بن عبدالحمید، باب من كان ليس له ولد اله اخوات، المکتبۃ المصریۃ، صیدا، بیروت، س-ن، ج: ۳، ص: ۱۱۹

Abū Dāūd, Sulymān bin Ash'ath, Sunan Abī Dāūd, Bāb Man Kān lysa lahu Walad, (Al-

Maktabat al-Miṣriyat, Ṣyda, Beriūt), Vol:03,p:119

32 ۔ محمد تقی عثمانی، تکملہ، ج:۲، ص:۱۱۹

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:02,p:119

33 ۔ امام مسلمؒ، صحیح مسلم، ج:۵، ص:۳۰۹

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Vol:05,p:309

34 ۔ حوالہ سابقہ، ۳۱۰-۳۱۱

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Vol:05,pp:310-311

35 ۔ نووی، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف م(۶۷۶ھ)، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، کتاب الحدود، باب حد الزناء، داراحیاء التراث العربی، بیروت طبع دوم، ۱۳۹۲ھ، ج:۱۱، ص:۲۰۲

Al-Nawwī, Abū Zakriyat Muḥay al-dīn bin Sharf, Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim bin Ḥajjāj, Kitāb al-Ḥodūd, Bāb Ḥad al-Zinā,, (Dār Iḥyā, al-Turāth Al-'arabiyyat, Beriūt,2nd Edition, 1392ah),Vol:11,p:202

36 ۔ الذہبی، شمس الدین، ابوعبداللہ المذکور م(۷۴۸ھ) میزان الاعتدال، تحقیق علی محمد، دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت، لبنان، طبع اول ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء، ج:۱، ص:۳۳۰

Al-Dhahbī, Shams Al-Dīn Abū 'bd allāh, Mīzān al-'tidāl, (Dār al-Ma'rifat le-al-Ṭibā'at wa al-Nashr, Beriūt, 1st Edition, 1382ah), Vol:01,p:330

37 ۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م۲۵۶ھ) التاریخ الکبیر، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، دکن، س-ن، ج: ۲، ص:۱۰۱

Bukhārī, Abū 'bd Allāh Muḥammad bin Ismā'īl, Al-Tārīkh al-Kabīr, (Dā,rat al-Ma'ārif al-'uthmāniyat, Hyderabād), Vol:02,p:101

38 ۔ حوالہ تکملہ، ج:۳، ص:۲۶۷-۲۶۸

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:03,pp:267-268

39 ۔ محمد تقی عثمانی، تکملہ، ج:۳، ص:۳۷۹

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:03,p:379

40 ۔ صحیح مسلم، ج:۵، ص:۳۱۴

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Vol:05,p:314

41 ۔ المنہاج شرح صحیح مسلم، ج:۱۱، ص:۲۰۷

Al-Nawwī, Abū Zakriyat Muḥay al-dīn bin Sharf, Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim bin Ḥajjāj, Vol:11,p:207

42 ۔ محمد تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم، ج:۲، ص:۲۷۵

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:02,p:275

43 ۔ صحیح مسلم، ج:۵، ص:۲۹۶

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Vol:05,p:296

44 ۔ نووی، المنہاج شرح صحیح مسلم، ج:۱۱، ص:۱۸۹

Al-Nawwī, Abū Zakriyat Muḥay al-dīn bin Sharf, Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim bin Ḥajjāj, Vol:11,p:189

45 ۔ فتح الباری، ج:۱۲، ص:۱۱۹، بحوالہ تکملہ فتح الملہم

Fatḥ al-Bārī, Vol:12,p:119 referred by Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim

46 ۔ حوالہ مسویٰ

Ibid

47. حوالہ، تکملہ فتح الملہم، ج: ۲، ص: ۲۴۳

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:02,p:243

48. صحیح مسلم، ج: ۵، ص: ۲۹۹

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Vol:05,p:299

49. تکملہ فتح الملہم، ج: ۲، ص: ۲۴۵

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:02,p:245

50. صحیح مسلم، ج: ۷، ص: ۵۸۰

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Vol:07,p:580

51. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی (م ۲۷۵ھ) سنن ابی داود، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید، المکتبۃ العصریۃ، صیدا- بیروت، س-ن، باب فی خبر ابن صیاد، ج: ۴، ص: ۱۲۰، رقم الحدیث ۴۳۳۰

Abū Dāūd, Sulymān bin Ash'ath, Sunan Abī Dāūd, Bāb fī Khabr-e-ibn e Ṣayyād,, (Al-Maktabat al-Miṣriyat, Ṣyda, Beriūt), Vol:04,p:120, Ḥadīth # 4330

52. ابوداؤد، حوالہ سابقہ، ص: ۱۱۹، رقم الحدیث: ۴۳۲۸

Abū Dāūd, Sulymān bin Ash'ath, Sunan Abī Dāūd,Vol:04,p:119, Ḥadīth # 4328

53. احمد بن حنبل، ابو عبداللہ، الشیبانی، (م ۲۴۱ھ) مسند الامام احمد بن حنبل، محقق شعیب الارنوؤط-عادل مرشد-مؤسسۃ الرسالۃ، طبع اول، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء، مسند ابی ذر غفاری، ج: ۳۵، ص: ۲۴۶، رقم الحدیث: ۲۱۳۱۹

Abū 'bd Allāh, Aḥmad bin Ḥanbal, Musnad Imām Aḥmad bin Ḥanbal, (Mū,assiat al-Risālat, Beriūt, 1st Edition, 1421ah), Vol:35,p:246, Ḥadīth # 21319

54. الخطابی، ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم، البستی الخطابی م (۳۸۸ھ)، معالم السنن شرح سنن ابی داود، المطبعۃ العلمیۃ، طبع اول ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء، ج: ۴، ص: ۳۴۹

Al-Khaṭābī, Abū Sulymān Ḥamd bin Muḥammad, M'ālim al-Sunan Sharḥ Sunan Abī Dāūd, (Al-Maṭba'at al-'lmiyat, 1st Edition, 1351ah), Vol:04,p:349

55. حوالہ، تکملہ فتح الملہم، ج: ٦، ص: ۱۸۰

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:06,p:180

56. تکملہ، ج: ۴، ص: ۳۵

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:04,p:35

57. تکملہ، ج: ۴، ص: ۲۰۷

Muftī Taqī Uthmānī, Takmilat Fatḥ al-Mulhim, Vol:04,p:207